بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

جنگ کی مثال اس آگ کی سی ہے جو ایک طرف خس و خاشاک کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے اور دوسری جانب لوہے کو کندن اور سونے کے کھوٹے پن کو فنا کر کے اس کی اصلیت کو اجاگر کر دیتی ہے یعنی وہ جس طرح انسانوں کی آبادیوں کو تباہ و برباد کرتی، ان کو خاک و خون میں غرق کرتی اور ان میں ہنگامۂ کشت و قتل برپا کرتی ہے، اسی طرح انسانوں کی دماغی اور ذہنی قوتوں کو بیدار کر کے مستقبل کیلئے انھیں کسی ایک خاص شاہراہ پر لگا دیتی ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ ختم ہوئی۔ تو جو لوگ اس جنگ میں کام آچکے تھے ان کی خاک و خون میں لتھڑی ہوئی نعشوں پر ایک عظیم الشان صنعتی و تمدنی انقلاب کی تعمیر ہوئی، ہر ملک میں بڑے بڑے صنعت و حرفت کے کارخانے کھلے، سائنس اپنی ایجادات و اختراعات سے حیرت انگیز چیزیں منظرِ عام پر لے آئی۔ انسان کا طرزِ معیشت کچھ کا کچھ ہو گیا۔ اور فکرِ انسانی نے اپنی بلند پروازی سے ایک ایسی عجیب و غریب دنیائے طلسمات آنکھوں کے سامنے کر دی کہ قدیم نظامِ مذہب و اخلاق کے اجزاء کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا۔

---

لیکن اس تمدن کا تجربہ کرنے اور اس صنعتی انقلاب کے "برکات" کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے دنیا کو کسی طویل مدت کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ تمدن و تہذیب کا طلسم ایک سرتاپا فریب ہے اور انسانیت کیلئے اسکا وجود بقا عظیم ترین ہلاکت و بربادی کا سامان ہے۔ اب اس

حقیقت کے الم نشرح ہوجانے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انسانیت اس تمدن کو کبھی عزیز نہیں رکھ سکتی جس کی سائنس انسانوں کی آبادیوں اور عمارتوں کو دم کے دم میں فنا کر دینے کے کام آئے۔ وہ ایسے صنعتی انقلاب کو کبھی خوش آمدید نہیں کہہ سکتی جس کی مشینیں اور جس کے کارخانے پل کے پل میں پُررونق شہروں کو ویرانوں میں اور لق ودق بیابانوں کو انسانی خون کے موجزن دریاؤں کی شکل میں منتقل کر دے اب وہ ایسی دماغی بلند پروازی پر تحسین کی کوئی آواز بلند نہیں کرسکتی جس کی تمام سرگرمیوں کا نتیجہ انسانی جمعیتِ خاطر میں پراگندگی وانتشار کا ظہور اور نشوونما ہوا۔ اب انسانیت اس طرزِ معیشت ومعاشرت کو ایک لمحہ کیلئے تیار نہیں کرسکتی جو انسانوں کو خونخوار درندوں اور وحشیوں کے سے کام کرنے پر اکسائے۔ موجودہ جنگ ایک ترازو ہے جس میں خداپرستی انسانی اخوت و مواسات۔ اور احترامِ انسانیت کے شریفانہ جذبات ایک طرف۔ اور دوسری جانب سرمایہ دارانہ جمہوریت قومی سوشلزم۔ اور کمیونزم کے پیدا کئے ہوئے متعفن اور گندے جراثیم تل رہے ہیں اور انسانیت یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ یہ نمائشی تہذیب وتمدن کے پانی سے ملمع کی ہوئی بربریت ووحشت اور درندگی وخونخواری کے غازہ آلود چہرے انسانیت کے جسدِ شرف ومجد کے وہ تباہ کن کیڑے ہیں جو اس کیلئے سراسر پیامِ موت وہلاکت ہیں۔

اس بنا پر موجودہ جنگ کے اختتام پر ضروری ہے کہ انسانیت کا ضمیر روشن ہوگا اور اسکی روح ایک ایسے نظام کو پالینے کی تشنگی محسوس کریگی جس میں انسان انسان ایکدوسرے کے بھائی بن کر رہیں۔ امیر وغریب کا امتیاز نہ ہو۔ شاہ وگدا کی تفریق نہ کی جائے۔ خود غرضی اور نفس پرستی کی اس میں مطلقاً گنجائش نہ پائی جائے۔ حاکم اور محکوم۔ راعی اور رعایا دونوں اپنی اپنی حدود میں رہکر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون واشتراک کریں۔ مذہب کا مقصد انسانی شرف ومجد کا معیار اونچا کرنا ہو۔ اور سب کے دلوں میں نیکوکاری۔ پاکبازی۔ اور باہمی مواسات وغمخواری کا جذبہ موجزن ہو

اور سب یہ محسوس کریں کہ زندگی کا نصب العین صرف ذاتی تعیش و رفاہیت نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ بلند اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ انسانیت اسوقت مادیت کے ہولناک اور لرزہ فگن نتائج و ثمرات سے تنگ آکر پھر ایک مرتبہ جستجو میں نکلیگی۔ اس بلند ترین نظام اخلاقی و روحانی کے جس کی اسپرٹ اہواء و اغراض کے تنکدوں کو پاش پاش کر کے سب کی پیشانیاں ایک ذاتِ ابدی و سرمدی اور ایک وجودِ ازلی و باقی کے سامنے جھکا دے اور چونکہ اسوقت انسانی عقل و فکر کے سامری کا تمام طلسم فسوں کاری و ساحری چاک چاک ہوچکا ہوگا۔ اس بنا پر انسانیت کو تلاش ہوگی لامحالہ ایک ایسے دستورِ زندگی اور لائحہ عمل کی جو انسانوں کے خود اپنے دماغوں کا سوچا ہوا اور ان کے ذہن و فکر کا ترتیب دیا ہوا نہ ہو بلکہ اس کی تعلیم و تلقین اور اسکی ترتیب و تدوین بھی اس ذاتِ اعلیٰ و گرامی کی کی ہوئی ہو جس نے انسان کو نیست سے ہست کیا اور جس نے یہ تمام کارگاہ وجود و شہود انتہائی نظم و نسق اور خوش اسلوبی و عمدگی کے ساتھ آراستہ کی، انسانیت اسوقت محسوس کریگی کہ جب انسان اپنی زندگی کو قائم و برقرار رکھنے کیلئے خدا کی ہی پیدا کی ہوئی ہوا اور پانی کا محتاج ہے تو پھر اپنی زندگی کو بسر کرنے کے طریقے معلوم کرنیکی راہ میں کیوں ایک خدائی قانون اور ربانی شریعت کا محتاج نہ ہو۔

سطورِ بالا میں جو کچھ عرض کیا گیا کسی مذہبی دیوانہ پن پر مبنی نہیں بلکہ انسانیت کے ضمیر کی ایک دبی ہوئی آواز ہے جو ابھی توپوں مشین گنوں اور قلعہ شکن بموں کی صاعقہ فگن چیخوں میں صاف سنائی نہیں دیتی لیکن جب یہ شور و غوغا ختم ہوگا تو یہی مضمحل آواز ایک دردمند کی صدائے درد و کرب بنکر ہر ہر انسان کے پردۂ گوش سے ٹکرائے گی اور ان کو مجبور کردیگی کہ وہ طلب و جستجو کی ظلمتوں میں ایک سرچشمۂ حیات کو پالینے کیلئے تگ و دو میں مصروف ہوجائیں۔

پچھلے دنوں ریڈیو سے ڈاکٹر ذاکر حسین اور سر ظفر اللہ خاں نے "نئی دنیا" کے عنوان سے جو تقریریں نشر کی ہیں ان میں بھی اسی یقین کا اظہار مختلف پیرایۂ بیان میں کیا گیا ہے؟ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دستور العمل کونسا ہے؟ اور اس کو کس طرح دنیا تک پہنچایا جاسکتا ہے؟ (باقی آئندہ)